لیلیٰ عبدی خجستہ
ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال

اُردو لغت نویسی میں شواہد درج کرنے کی روایت

Tradition of illustrative examples (citation) inscription in Urdu Lexicography

Laila Abdi Khojaste, Research Scholar
Dr. Syed Javed Iqbal, Professor, Department of Urdu, Sindh University, Jamshoro, Pakistan.

Abstract:

In the modern lexicography these factors are considered as major factors: Orthography, Pronunciation, Word class, Definition, Examples, Phraseology, Disputed points of usage, etymology. In modern lexicography examples are considered as a central activity. Hartmann defines Examples:" A word or phrase in a reference book to illustrate a particular form or meaning in a wider context, such as a sentence." (1998, P: 53) There are two types of Examples: Editorial examples which are invented by the lexicographer and Objective Evidence which based on citation files or corpus. The majority of Urdu lexicographer had used to Compile examples from poems. In this article, compiling examples in Urdu lexicography has been discussed.

لغت نویسی کے میدان میں کسی بھی لغت نویس کو لغت کی تدوین میں چند اہم نکات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جن میں سے اہم اور بنیادی نکات یہ ہیں:

- ☆ بنیادی اندارج اور اس کی تصریف شدہ شکلوں کی املا
- ☆ تلفظ
- ☆ قواعدی حیثیت
- ☆ تعریف
- ☆ مثال (شاہد)
- ☆ اسلوبِ بیان
- ☆ روزمرہ اور استعمالات کے اختلافی نکات

☆ اشتقاق

چناں چہ لغت نویسی کے فن میں مثال نویسی (شاہد) کو اہم شمار کیا جاتا ہے۔ آج کل انتخابِ مثال، لغت نویسی کے میدان میں "Central Activity" شمار کیا جاتا ہے۔ (IEL, V:7,P:124)۔ COBUILD نامی انگریزی لغت کے دیباچے میں لکھا گیا ہے کہ: "مثالیں اس کتاب کا اصل امتیاز ہیں"۔ (1987,P:XV)

مثال کی تعریف

Dictionary of Lexicography میں Example (مثال) کی تعریف میں لکھا گیا ہے (P:35)

"A word or phrase in a reference book to illustrate a particular form or meaning : in a wider context, such as a sentence."

مثال کی اقسام

الف: وہ مثال جو مرتبِ لغت کی ایجاد ہے۔ اردو میں اسے "فقرہ" کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے "Made-up Example" یا "Constructed Example" کہتے ہیں۔ البتہ Hartmann نے اسے "Editorial Example" کا نام دیا ہے۔

اَمِٹ۔ نہ مٹنے والی چیز۔ (فقرہ) تقدیر کا لکھا اَمِٹ ہے۔ [بہارِ ہند، ص ۱۳۵]

آنکھ دینا۔ (۵) بصیرت بخشنا۔ (فقرہ) خدا نے آنکھ اسی واسطے دی ہے کہ انسان نیک و بد میں تمیز کرے۔ [امیر اللغات، ج ۱، ص ۲۲۵]

ب: وہ مثال جو کسی مستند متن سے لی جائے۔ اردو میں اس کے لیے "شاہد" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے "Quotation" یا "ilustrative example" کہتے رہے ہیں۔ البتہ آج کل اسے "Citation" کہا جاتا ہے۔

Hartmann نے اسے "Objective Eividence" کا نام دیا ہے۔ مثلاً:

دھینگا مشتی۔ (ہ۔مونث)۔ ہاتھا پائی۔ معقولات میں بھی کچھ دخل ہے یا لنگوٹا باندھ کر کشتی اور دھینگا مشتی جانتے ہو۔ (فسانۂ آزاد) [فرہنگِ کاروان، ص ۳۶۵]

ج: وہ مثال جو دو چار الفاظ سے بنائی جائے۔ "بہارِ ہند" میں دو یا چند الفاظ والی عبارت سے مثالیں بنا

ئی گئی ہیں۔ مثلاً اس لغت میں ذیلِ لفظ ''اخروٹ'' اس طرح کی مثالیں درج کی گئی ہیں:

اخروٹ کی گری، اخروٹ کا تیل، اخروٹ کی لکڑی [بہارِ ہند، ص ۶۲]

مثال کی فراہمی

لغت میں مثال کی فراہمی میں ان ذرائع سے مدد لی جاسکتی ہے:

☆ تحریری زبان: کتابیں، رسائل، اخبار، پرچے، دستی اشتہار، دو ورقی رسالہ New Standard Dictionary Of The English کی رائے میں: ''موجودہ زمانے کے اخبار اور مجلّات افکار کے صحیح نمونے ہیں اور عصری ثقافت کی درست عکاسی کرتے ہیں۔'' (1960,P: XVII)۔

☆ شفوی زبان (بول چال کی زبان): ذرائع ابلاغ خواہ سمعی (جیسے ریڈیو) خواہ بصری (جیسے ٹی وی)

مثال کی افادیت

بعض لغت نویسوں کے خیال میں لغت میں مثال کی اہمیّت ثانوی ہے، لیکن مندرجہ ذیل خصوصیات سے واضح ہوتا ہے کہ لغت میں مثالوں کی اہمیت و افادیت ناگزیر ہے:

☆ مثال کا سب سے اہم فائدہ کسی لغت کو مستند بنانا ہے

☆ کسی لفظ کے مختلف اور باریک معانی و استعمالات ظاہر کرنا

☆ مستعمل الفاظ کی نشان دہی کرنا

☆ الفاظ کی تشریح و توضیح میں آسانی پیدا کرنا اور اس کے طریقہء استعمال کی وضاحت

☆ مروجہ زبان میں لکھنے اور بولنے کے لیے قابلِ اعتماد رہنمائی فراہم کرنا

☆ صرفی اور نحوی نکات واضح کرنا

☆ حروف (مثلاً: حروفِ رابطہ، لاحقہ، سابقہ وغیرہ) کا صحیح استعمال کرنا

OED کی رائے میں مثال کی اہمیت اس سے بڑھ کر بھی ہو سکتی ہے (2nd Editon, 1989 P:XXIX):

"It is to be distinctly borne in mind that the quotations are not merely examples of the fully developed use of the word or special sence under which they are cited; they have also to

illustrate its origin, its gradual, seperation from allied words or senses, or even by native evidence, its non-existence at the given date. It would often have been desirable to annotate the quotations, explaining the purpose for which they re adduced; but the exigencies of space render this impossible; and they are, therefore, left to speak for themselves."

مغرب میں لغت نویسی کی عام روایت یہ تھی کہ Examples (فقرے) درج کیے جاتے تھے۔COBUILD نے پہلی بار فقروں کے استعمال میں خامیوں کی نشان دہی کی۔ اس کے مطابق: (1987,P: XV)

☆ الفاظ کی موجودگی کے لیے کوئی سند نہیں ہوتی ہے۔
☆ لفظ کی مزید وتشریح نہیں کی جا سکتی۔
☆ مفروضہ زبان میں لکھنے کی کوئی قابل اعتماد رہنمائی فراہم نہیں کی جاتی۔
☆ فقرے یہ بات بیان نہیں کرتے ہیں کہ لفظ اس طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ اس سے محض لفظ کے معنی سمجھنے میں مدد لی جاتی ہے۔

چناں چہ COBUILD نے ادعا کیا ہے کہ (ایضاً):

"The examples in this dictionary have a new status and do a different job from examples in the conventional tradition. These examples are taken from actual texts. The use of citations from actual texts is a noble tradition in lexicography."

چناں چہ درج بالا بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ آج کل لغت نویسی میں مستند مثالیں (شواہد) درج کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے:

" Lexicographer should use authentic examples rather than invented ones."(IEL, V :7, P:124)

بہترین مثال کی خصوصیات

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مثال کی کیا اقسام اور خوبیاں ہوسکتی ہیں۔ اس میں یہ وضاحت کی جائے گی ہے کہ بہترین مثال کی کیا خصوصیات ہونی چاہییں کہ جنھیں لغت کی ترتیب میں مدِ نظر رکھا جائے۔ ایران کی ایک ماہرِ لغت، زہرا جعفری کی رائے میں ''لغت میں بہترین مثال کی درج ذیل خوبیاں ہونی چاہیے:'' (نامہء فرہنگستان، ص۱۶۲، ۱۶۳):

☆ لفظ کی باریک معانی اور استعمال کا صحیح طریقے سے بیان کرنا

☆ مروجہ زبان میں لکھنے اور بولنے کے لیے قابل اعتماد رہنمائی فراہم کرنا

☆ صرفی اور نحوی نکات واضح کرنا

☆ مشکل اور پیچیدہ مثالوں سے گریز کرنا

☆ اسلوب کے لحاظ سے مثال کا یک دست ہونا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی لفظ محاورہ، عام بول چال یا فصیح زبان سے تعلق رکھتا ہے تو اس کی مثال بھی اس کے مطابق ہونا چاہیے۔

☆ مثال Collocation (ہم آوا) ہونا چاہیے۔ مثلاً ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' [ج ۱۵، ص ۸۱۵] ایک شاہد کا استعمال ذرا دیکھیے:

> گاڑھا دودھ: خالص دودھ، اونٹایا ہوا دودھ۔ انھیں چوپال پر کئی روز کھائی ہوئی نرم نرم پوریاں اور خستہ کچوریاں اور گاڑھے گاڑھے دودھ کے گھونٹ یاد آ گئے۔
>
> (۱۹۸۹ء، ترنگ، ۳۴۶)

چوپال، پوری، کچوری اور دودھ میں جو ہم آوائی موجود ہیں وہ مثال کو دل چسپ اور اس کا مفہوم کو تو روشن بناتے ہی ہیں، اس کے علاوہ مناسب موصوفات بھی برمحل ہیں۔ جیسے: نرم (پوریاں)، خستہ (کچوریاں)

☆ مثال پُرکشش ہونی چاہیے تاکہ پڑھنے والے کو لطف حاصل ہو۔

☆ بہت سادہ اور عام مثالوں سے گریز کرنا چاہیے۔ مثلاً: بہارِ ہند میں ایک لفظ کی مثال کو ذرا دیکھیے۔

> السیٹھ۔ جھگڑا، خلل، دغا (فقرہ) اس میں کچھ نہ کچھ السیٹھ ہے۔ (ص: ۱۲۶):

لفظِ السیٹھ کی جگہ ہر لفظ کے اندراج کا امکان ہے۔ تو اس طرح مثالوں سے لفظ کا مطلب معلوم

نہیں ہوسکتا ہے۔

☆ آداب و رسوم، عقیدت یا مذہب کا پرچار یا بے عزّتی نہیں ہونی چاہیے۔ مثلاً ''امیر اللغات'' (ج۲، ص۴۰۹) میں اجازت کے لفظ کے ذیل میں یہ شاہد درج کیا گیا ہے:

اجازت۔ (۲) جواز اور اباحت کی جگہ۔

کلامِ مجید میں اہل کتاب کے ساتھ کھانے کی صریح اجازت موجود ہے۔ (ابن الوقت)

H.Lee.Gershung نے ۱۹۷۷ء میں Random House Dictionary (۱۹۶۶ء) کا ایک خصوصی مطالعہ کیا ہے:

"I found that stereotyped contexts are more the rule than the exception for both genders. Males are stereotyped about 65% and females about 75% of the times each appear... In the sentences, females are most frequenty associated with domestic contexts as: mothers, wives, hostesses, launderers, cooks,shoppers,garderens and servants, next in frequency are occupations and behaviours associated with the world of fashion and glamor. Emotional situations are the third most frequent context in which females appear in the sentences ; contexts of illness and weakness come next. An occasionsal sentence makes reference to a specific profession such as; teacher, receptionist, artist, editor, secretary and singer. Taken collectively, the sentences present a culturally steretyped definition of the female." [۱]

اردو لغت نویسی میں شواہد کا کردار اور نوعیت

''شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان'' (۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲ء) کے بعد نیاز علی بیگ نکہت دہلوی کی لغت ''مخزنِ فوائد'' (۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء) اردو کی پہلی لغت ہے جس میں شواہد درج کیے گئے ہیں۔ طپش

کی لغت جس طرح اس کے نام اور دیباچے سے ظاہر ہے، اشعار کی وضاحت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

"چون در خاطرِ امیرِ بلانظیر... جنابِ امیرالملک شمس الدولہ سید احمد علی خان بہادر ذوالفقار جنگ دام اقبالہ وعم افضالہ خطور نمود کہ نسخہ ای مشتمل بر توضیحِ اصطلاحاتِ دیارِ دہلی و روزمرہ فصحای اردوے معلّٰی آنچہ در بعض اشعار، منظوم می گردد و فہمِ دور دستان ہر آنان کہ در امصارِ بعید واقع اند بہ ادراکِ کُنہش نمی رسد بہ زیورِ تالیف آراستگی یابد تا مطالعہء آن انواعِ کتابت را صراحت بخشد و بر طالبانِ این فن کار آسان گردد۔ امتثالاً امرہ تحصیلِ واجب دیدم و بہ تقدیم ارشادِ معروف گردیدم۔" ۲

مزے کی بات یہ ہے کہ نکہت نے اس لغت میں اپنے اشعار کو زیادہ شامل کیا ہے اور دیگر شعرا کے اشعار پر یہاں تک کہ میر اور سودا کے اشعار پر ترجیح دی ہے۔ نکہت نے اپنے ۹۱۷/ اشعار کو شاہد کے طور پر اپنی لغت میں شامل کیا ہے اور میر کے ۲۴۲/ اشعار اور سودا کے ۲۲۸/ اشعار۔ یہ بات بھی مانی نہیں جاسکتی ہے کہ نکہت الفاظ کی تشریح کے ذیل میں صرف اپنے ہی اشعار سے مناسب شاہد تلاش کر سکے۔

S.W.Fallon کی لغت A New Hindustani English Dictionary (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) اس حوالے سے بہت اہم ہے کہ اس میں شواہد مدلل اور مناسب انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یورپ میں اس سے پہلے جتنی لغات لکھی گئی تھیں ان میں شواہد درج نہیں کیے جاتے تھے سوائے:

A Dictionary Of The English Language by Samuel Johnson (1755)

لیکن فیلن نے بڑی ہوش مندی سے ہندوستانی لوگوں کی پسند اور رجحان کو پہچانتے ہوئے اپنی لغت میں: بیت، مصرع، بھجن، کبت، ہولی، دوہے، لوری، ٹھمری اور گیت سے کام لیا ہے۔ نیز انھوں نے نثری اور شعری شواہد سے استفادے کے ساتھ ساتھ تمام اردو اشعار کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا ہے۔

فیلن کے بعد بہت سے لغت نویسوں نے بھی اپنی لغات میں شواہد درج کرنے کا کام شروع کر دیا۔ لیکن کسی نے اس کی وجہ اور طورِ طریق نہیں بیان نہیں کیا ہے۔ البتہ مولوی عبدالحق نے لکھا ہے:

"ایک ضروری بات جو لغت نویس کو پیش نظر رکھنی چاہیے یہ ہے کہ ہر لفظ اور محاورے کے لیے سند پیش کرے۔ محض لغت نویس کی تعریف و تشریح کافی نہیں اور نہ وہ مستند ہوسکتی ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ لغت نویس لفظ کی تعریف اور مفہوم کے سمجھانے میں کتنی ہی کوشش کرے لفظ کا صحیح مفہوم اور استعمال ہی سے معلوم ہوتا ہے خصوصاً جب کہ لفظ کے مختلف استعمال میں نازک فرق ہوں لیکن سند، مستند ادیب کی ہو... جہاں تک ممکن ہو ہر سند میں مستند مصنف یا استاد کا کلام پیش کرنا چاہیے۔" (عبدالحق، ج اول، ص ۵۳-۵۲)

فارسی اور اردو لغت نویسی کی روایت میں شروع ہی سے شواہد سے کام لیا جاتا تھا۔

اردو کی تقریباً ہر لغت میں شواہد، نظم میں سے لیے جاتے تھے۔ یہ نظائر: اشعار، مکمل بیت، مصرع، رباعی، قطعہ، واسوخت دوہا، بھجن، کبت، پہیلی، گیت، لوری، ٹھمری اور پوری غزل کی شکل میں ملتے ہیں۔ سوائے اردو لغت تاریخی اصول پر جس نے نثری اور نظمی شواہد دینے میں ایک توازن رکھا ہے۔ پرانی لغات میں، نثری شواہد اتنے کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں البتہ جدید لغات میں کسی حد تک موجود ہیں۔ چناں چہ اگر اردو لغات کو رشید حسن خاں کے بقول: ''روزمرہ شعرا کا گنجینہ'' کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ (ص۹۰) آپ دیکھیے سیّد احمد دہلوی نے ایک ہی لفظ کے لیے کتنے کتنے شواہد درج کیے ہیں مثلاً: ہاتھ دھو (دھو کے) بیٹھنا کے پہلے معنی میں انھی شاعروں کے اشعار درج کیے ہیں: عارف، مصحفی، جرأت، مغفور، داغ، غافل، شاہ نصیر، معروف، سرور، عاشق، شہیدی اور ۶ اشعار ظفر کے اس طرح کے اعتراضات نئی بات نہیں ہیں۔ سیّد احمد دہلوی نے ارمغانِ دہلی کے دیباچے میں (ص۱) مخزنِ فوائد کے بارے میں لکھا ہے:

''مخزنِ فوائد ایک شاعرانہ ڈھنگ کی اچھی کتاب ہے۔ اس کے مؤلف نے خیالی نشانے تو بہت سے لگائے ہیں مگر اس کے نشانے اکثر درست نہیں بیٹھے۔ بہتیرے شعر ایسے لکھ دئے ہیں کہ ان کو مصنف کے بیان سے بالکل لگاؤ نہیں نہ ترتیبِ حروف ہے نہ تحقیق محاورہ۔''[۳]

آج کے بعض ناقدین کا اس رواج پر سخت اعتراض ہے۔ مثلاً ڈاکٹر مسعود ہاشمی لکھتے ہیں:

''غالباً اس شعری غلبہ کا ہی نتیجہ تھا جو ان مولفینِ لغت کو تحقیق و تدوینِ لغت کے اصل میدان سے ہٹا کر تنقیدِ لغت کے ممنوعہ میدان میں لے آیا اور لغت نویسی سے متعلق تمام معاملات کو تحقیق و تلاش کی بجائے ذاتی صلاحیت، نقد؛ فصاحت اور علاقائی بنیاد پر طے کرنے کا وطیرہ چل پڑا۔'' (ہاشمی، ص۷۱)

ایران میں ایک ماہر لغت نویس (زہرا جعفری) کا یہ خیال ہے کہ:

''جہاں تک ممکن ہو شعری شواہد سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شعر ایسی خاص زبان (بیان) ہے جو غالباً فطری زبان کی خصوصیات کے تابع نہیں چناں چہ ہر پڑھنے والا اپنے ذہن کے مطابق اسے سمجھ سکتا ہے۔'' (نامۂ فرہنگستان، ص۱۶۴)

اس حوالے سے زہرا جعفری نے فارسی کی پانچ لغات کا جائزہ لیا ہے:

''لغت نامہ'' از علی اکبر دہخدا (۱۳۵۷ ہجری شمسی)

''فرہنگِ فارسی'' از ڈاکٹر محمد معین (۱۳۶۴ ہجری شمسی)

''فرہنگِ زبانِ فارسی الفبایی۔ قیاسی'' از مہشید مشیری (۱۳۷۱ ہجری شمسی)

''فرہنگِ فارسی امروز'' از ڈاکٹر غلام حسین صدری افشار، نسرین حکمی، نسترن حکمی
(ویرایشِ سوم، ۱۳۷۷ ہجری شمسی)
''فرہنگِ بزرگِ سخن'' بہ سرپرستی: ڈاکٹر حسن انوشہ (۱۳۸۲ ہجری شمسی)

زہرا جعفری کے جائزہ کے مطابق ''لغت نامہء دہخدا'' میں سب سے زیادہ شعری شواہد درج کیے گئے ہیں:

''دہخدا نے اس حوالے سے افراط کیا ہے۔ یہ شواہد بعض اوقات بہت مشکل فہم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل میں دیے گئے شعر کی سمجھ خود لفظ کی بہ نسبت مشکل ہے۔'' (نامہء فرہنگستان، ص ۱۵۰) دہخدا نے لفظِ ''پژمردہ'' (مرجھا ہوا) کے لیے ''لبیبی'' کا یہ شعر درج کیا ہے:

ای غوکِ چنگلوک چو پژمردہ برگِ کوک
خواہی کہ چون چکوک پری سویِ ہوا

اکثر لغات کے دیباچوں سے واضح ہوتا ہے کہ ہر لغت نویس اپنے دور کے نام ور اور مستند شاعروں کے کلام کو سند قرار دیتا تھا۔ لیکن عام طور پر اردو لغات میں اس ادّعا کے برعکس نظر آتا ہے۔ مثلاً: مخزن فوائد میں (۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء) مؤلف (نیاز علی بیگ نکہت) اپنی لغت میں ۸۹۲ بار اپنے اشعار شامل کیے ہیں یا جلال لکھنوی نے اپنی دو لغات میں گنجینہء زبانِ اردو معروف بہ ''گلشنِ فیض'' (۱۸۸۰ء) اور ''تحفہء سخنوران'' معروف بہ ''سرمایہء زبانِ اردو'' (۱۸۸۶ء) امیر مینائی کے کسی شعر کو شامل نہیں کیا ہے، جب کہ امیر مینائی اپنے زمانے کے نہایت مستند اور مشہور شاعر تھے۔ ان لغات میں کبھی کبھی فارسی شاعروں کے اشعار بھی شامل ہوتے تھے۔ جیسے: ''فرہنگِ آصفیہ'' میں خاقانی، سعدی حافظ، انوری، نظامی، صائب موجود ہیں۔[۴]

اتنے شعراء کے اشعار اور نام، زبان زد ہونا بہت مشکل ہے۔ کسی لغت نویس نے اس بات کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے کہ انھوں نے کیسے اور کن ذرائع سے ان اشعار کو جمع کیا ہے۔ سوائے سیّد احمد دہلوی کے:

> ''پانچ چھ برس کے عرصے میں سینکڑوں شعرائے حال وقدیم کے دیوان، بیسیوں تذکرے، صد ہا بیاضیں الٹ ڈالیں پھر کتبِ موسیقی، عروض، قواعد، قصص و مصطلحات کی طرف توجہ کی۔''[۵]

البتہ امیر مینائی کے خطوط سے کسی حد تک واضح ہوتا ہے کہ کون کون سے متن ان کے زیرِ مطالعہ تھے۔

علی سردار جعفری نے ۱۹۶۹ء میں ایک لغت ''سرمایۂ سخن'' مرتب کی۔ اس لغت کی صرف پہلی جلد ۲۰۰۱ء میں چھپی۔ دوسری جلد کے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات انھوں نے لکھ لیے تھے لیکن ان کے انتقال پر یہ کام ادھورا رہ گیا۔ سرمایۂ سخن میں اچھی خاصی تعداد سردار جعفری کے ہم عصر شعرا کی ہے۔ لغت نویسی کے میدان میں سردار جعفری نے ایک نیا باب کھولا ہے۔ انھوں نے اپنی لغت میں شعرائے کلاسیک کے علاوہ، جدید نظم گو اور آزاد نظم کے شعرا کے کلام کو درج کرنے کے ساتھ ساتھ نظموں سے حوالے بھی پیش کیے ہیں۔ اس حوالے سے وہ خود لکھتے ہیں:

> ''میں نے اس لغت کی تیاری میں یہ محسوس کیا کہ اپنے عہد کے ہم عصر شعرا کو نا قابلِ التفات سمجھنا غلط ہے لفظ کی تخلیق کی صناعی کا معیار کلاسیکی صناعی سے مختلف ہے لیکن پھر بھی صناعی ہے۔'' ۶

مثلاً: آغوشِ فردوسِ بریں۔ جنّت کی آغوش:

پڑ رہی ہے اس طرف گردن میں پھانسی کی گرہ
کھل رہا ہے اس طرف آغوشِ فردوسِ بریں
[جوشؔ۔ ایک شہیدِ وطن کی یاد میں]

وہ پہلے لغت نویس ہیں جنھوں نے نظمِ معرّا سے شواہد اخذ کیے ہیں۔ مثلاً: ''آتشیں ہار''۔ ''شعلوں کی گوندھی ہوئی مالائیں''۔

جہاں پہ ہم تم کھڑے ہیں دونوں سحر کا روشن افق یہیں ہے
یہیں پہ قاتل دکھوں کے تیشے قطار اندر قطار کرنوں
کے آتشیں ہار بن گئے ہیں
[فیضؔ۔ نظمِ ملاقات]

اردو لغت نویسی میں شعری شواہد کے اس غالب رجحان کی وجوہات کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

الف:۔ جس دور میں مشاعروں کا دور دورہ تھا اس دور میں گفتگو کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ سخن دان کو شاعر سمجھا جاتا تھا۔ بعض لغات میں اربابِ سخن کے لفظ کی تشریح ان معنوں میں استعمال ہوئی ہے:

☆ اربابِ سخن: فصیح آدمی۔ فصحا۔ شاعر۔ کوی (ہندوستانی مخزن المحاورات، طبع اول، ص ۲۶)
☆ اہلِ سخن: شاعر (امیر اللغات، ج ۲، ص ۶۳۱)

☆ اہلِ سخن: شاعر (مہذّب اللغات، ج ا، ص ۴۳۴)

☆ اہلِ سخن: شعرا، شعر کہنے والے (اردو لغت تاریخی اصول پر، ج ا، ص ۱۰۸۸)

ب:۔ گزشتہ زمانے میں لغت کی تعریف کا دائرہ بہت محدود تھا۔ یعنی فصیح و بلیغ لفظ ہی شاملِ لغت کیے جاتے تھے۔ چناں چہ وہ لفظ جو اعلیٰ اور عمدہ ادبی کتابوں میں ملتے تھے صرف وہی الفاظ قابل اندراج سمجھے جاتے۔ بیسویں صدی تک اردو لغت نویسی میں فصحائے دہلی یا لکھنؤ کا جھگڑا نظر آتا ہے۔ اور ظاہری بات ہے کہ فصاحت و بلاغت کی تعریف کم از کم اس دور تک، ایک وجدانی (محسوساتی) تاثر (احساس) تھا۔ یہ تنگ تصور اردو ادب تک محدود نہیں تھا۔ مثلاً قدیم یونان میں پانچویں قبل از مسیح میں بھی لغات موجود تھیں۔ یہ لغات ہومر اور دوسرے مصنفین کے ایسے مشکل الفاظ کی وضاحت کے لیے مرتب کی جاتی تھیں جو پرانے دور سے تعلق رکھتے تھے اور کلاسیکی دور میں ان کے الفاظ نایاب اور متروک ہو چکے تھے۔ (ICL, V: 7, P: 113) چناں چہ پرانی انگریزی لغت نویسی کی بھی یہی روایت رہی۔ ''لغت ایک ایسا ذریعہ تھا جسے بہترین اور درست زبان تصور کی جاتی تھی۔'' (Hartmann, P: IX) یا Gabrile Stein لکھتی ہیں کہ: ''ابتدائی لغتوں میں ایک بہتر زبان کو بیان کرنے کے لیے مثالیں (شواہد) عام طور پر اعلیٰ انگریزی فن پاروں سے لی جاتی تھیں۔'' (2002,P:41) چناں چہ Samuel Johnson کی لغت A Dictionary Of The English Language (1755) میں ۳/۱ شواہد ان شاعروں کے کلام سے اخذ کیے گئے ہیں:

Shakespeare, Dryden, Milton, Addison

اٹھارویں صدی میں مواد کی جمع آوری میں زبردست ترقی ہوئی۔ لغت نویسی کا مقصد زبان کے تمام الفاظ کی جمع آوری اور ان کی تشریح تھا نہ کہ زبان کے مشکل الفاظ کے معانی۔

جب انیسوی صدی میں معاشرے میں بڑی تبدیلیاں آئیں تو Literacy (خواندگی) کی تعریف بھی بدل گئی۔ صرف اشراف کی زبان سند نہیں ٹھہری بلکہ عوام کی بول چال کو بھی اہمیت دی گئی۔ جب سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ صنعتی میدان میں بھی میں پیش رفت ہوئی تو اوپر اور نچلے طبقے میں قرابت پیدا ہونا شروع ہوئی۔ جن میں ایک اہم تبدیلی، اخبارات اور مجلّات کی اشاعت تھی۔ امیر نے ایک خط بہ نام زاہد ۳۰ جون ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے:

> ''امیر اللغات کا تیسرا حصہ مرتب اور مکمل کیا جاتا ہے... لغت کی خوب صورتی بڑھانے اور کسی قدر اختصار کی راہ میں نے یہ نکالی ہے کہ اب صرف وہی مفردات اور مرکبات وغیرہ لکھے جا

ئیں جو زبانوں پر رات دن کی بول چال میں ہوں جن میں نظم ونثر کی تخصیص ہے وہ چھوڑ دیے جائیں۔'' ے

ج۔ گذشتہ دور میں اردو زبان کا نثری خزانہ، نظمی خزانہ کی نسبت بہت ہی کم تھا۔

د۔ نظم، نثر کی بہ نسبت بہت جلد ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

ھ۔ شعر کے اندارج سے لفظ کا وزن اور اعراب کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔

و۔ اس سے لغت میں دل چسپی اور کشش کا عنصر بڑھ جاتا ہے۔ شعر اور موسیقی میں باہمی رابطہ برقرار ہے چناں چہ وہ آہنگ اور لے جو شعر پڑھنے سے قاری کو لطف دیتے ہیں لغت کی خشکی کو کم کر دیتے ہیں۔

ز۔ میرے نزدیک، قدیم زمانے میں شعری شواہد دینے میں اردو زبان کا سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ تذکیر وتانیث کا مسئلہ مناسب انداز میں حل ہو جاتا تھا۔ تذکیر وتانیث کے حوالے سے اردو زبان میں کوئی خاص قاعدہ نہیں تھا اور یہ ہمیشہ بڑے اختلافات کا سبب بنتا رہا۔

بہ قول امیر مینائی: ''تذکیر وتانیث کی تحقیق بھی اردو زبان میں ایک بہت بڑی بات ہے'' (امیر اللغات، ج ا، ص ۲)

یہ اختلافات نہ صرف متقدمین، متوسطین اور متاخرین میں ملتے ہیں بلکہ دہلوی اور لکھنوی شاعروں کے درمیان بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً: ''سانس'' کو ظفر نے مؤنث اور داغ نے مذکر باندھا ہے۔ اسی طرح، ''خلش'' کو آتش نے مذکر اور برق نے مؤنث استعمال کیا ہے۔

اگر سرسری طور پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ جس زمانے میں اردو لغت نویسی کا رجحان بڑھ رہا تھا، اسی زمانے میں متعدد رسائل تذکیر وتانیث کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔ بعض اوقات خود لغت نویسوں نے بھی تذکیر وتانیث کے حوالے سے کتابچے تحریر کیے ہیں۔ مثلاً: سیّد ضامن علی جلال لکھنوی نے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں ''مفید الشعرا'' مشہور بہ ''رسالہ ءتذکیر وتانیثِ اردو'' لکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے دو لغات: ''گلشنِ فیض'' اور ''سرمایہ زبانِ اردو'' بھی لکھیں۔

رفتہ رفتہ شعری شواہد کا ہدف اردو زبان کے دو معروف دبستانوں: دہلی اور لکھنؤ کا موازنہ قرار پایا۔ یعنی کسی لغت کے شواہد درج کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ فلاں شاعر نے فلاں لغت کو اس طرح استعمال کیا ہے بلکہ اس کا خاص ہدف یہ قرار پایا کہ فلاں دہلوی شاعر، اس لغت کو فلاں لکھنوی شاعر کے بالمقابل بہتر، ہو بہو، برمحل اور دل چسپ انداز میں استعمال کرتا ہے۔ یہ اس بات پر منحصر تھا کہ لغت نویس لکھنوی تھا یا دہلوی؟ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور دل چسپ ہے کہ ہر لغت نویس نے اپنے د

بستان اور علاقہ کی حمایت کی ہے۔

محمد نقی جان قمر (مصنفِ ''قمر اللغات'' اور ''آفتابِ اردو'') اپنے ایک خط میں سیّد احمد دہلوی کو لکھا ہے کہ:

''گلشن فیض میں جلال لکھنوی لکھتے ہیں:

بھر پانا۔ کنایہ از وصول یافتن چیزے از کسی بود بتمامہ وگاہی مفہومش ہیچ نیافتن نیز باشد۔

سودا
جام خالی سے جو ساقی نے مجھے ڈہکایا
میں کہا بخشیے صاحب مجھے میں بھر پایا

جلال نے فقط ایک معنی بیان کئے ہیں۔ ''فرہنگِ آصفیہ'' میں ہے: بھر پانا (۱) کوڑی کوڑی وصول ہونا (۲) باز آنا، دھائے پاچنا، نجات پانا، کچھ نہ پانا۔

شیشہ ہاتھ آیا نہ ہم نے کوئی ساغر پایا
ساقیا لے تری محفل سے چلے بھر پایا

(۳) جزا پانا۔ جیسا کرنا ویسا پانا۔ اپنے کئے کو پہنچا۔ اس کے بعد سودا کا وہی شعر مندرج ہے جو جلال نے لکھا ہے۔ اب بغور دیکھیے تو داغ کے اس شعر میں بھی وہی معنی پائی جاتے ہیں جو فرہنگ میں ہیں:

مرا وہ چھیڑ نا آغاز الفت میں شکایت سے
وہ رکھ کر ہاتھ کانوں پر ترا کہنا کہ بھر پایا

اس کو انگریزی میں Sense Of Word کہتے ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ ایسا سینس وہی بیان کر سکتا ہے جو مادری زبان پر اچھی طرح حاوی ہو۔ جلال لکھنوی اور امیر مینائی آپ سے بہتر یا آپ کے برابر اردو الفاظ کے معنی کیا بیان کر سکتے ہیں؟'' (فرہنگِ آصفیہ، ج ۱، ص ۶۶۰)

مندرجہ ذیل اردو لغات میں صرف شعری شواہد ملتے ہیں: ۸

شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان	از: مرزا جان طپش دہلوی	(تالیف: ۱۷۹۲ء طبع ۱۸۴۹ء)
مخزنِ فوائد	از: نیاز علی بیگ نکہت دہلوی	(۱۸۴۵ء)
لغاتِ اردو معروف بہ ارمغانِ دہلی	از: سیّد احمد دہلوی	(۱۸۷۸ء)
گنجینۂ زبانِ اردو معروف بہ گلشن فیض	از: سید ضامن علی جلال لکھنوی	(۱۸۸۰ء)
تحفۂ سخنوران معروف بہ سرمایۂ زبانِ اردو	از: سید ضامن علی جلال لکھنوی	(۱۸۸۶ء)
مصطلحاتِ اردو	از: محمد اشرف علی لکھنوی	(۱۸۹۱ء)
دستور الشعرا	از: محمد اشرف علی لکھنوی	(۱۹۱۱ء)
فرہنگِ شفق	از: منشی لالتا پرشاد شفق لکھنوی	(۱۹۱۹ء)

قرار اللغات	از: تصدق حسین قرار شاہ جہان پوری (۱۹۱۹ء)	
منیر اللغات	از: مولوی محمد منیر لکھنوی	(۱۹۳۱ء)
معین الشعرا معروف بہ معین الشعرا	از: منشی غلام حسین خاں آفاق بنارسی	(۱۹۳۳ء)
نسیم اللغات	از: مولانا سید قائم رضا نسیم امروہوی (۱۹۵۵ء)	
فرہنگِ اثر	از: جعفر علی خاں اثر لکھنوی	(۱۹۶۱ء)
لغتِ کبیر اردو	از: مولوی عبدالحق	(۱۹۷۳ء، ۱۹۷۵ء، ۱۹۷۷ء)
لغاتِ نظامی	از: ناظر حسن زیدی، عبیداللہ خاں، قیوم نظامی (۱۹۸۵ء)	

اور ان لغات میں شعری شواہد کے علاوہ نثری شواہد بھی ملتے ہیں:

نیو ہندوستانی انگریزی ڈکشنری (۱۸۷۹ء): ''باغ و بہار''، ''فسانہءعجائب''، ''اندرسبھا''

ہندوستانی مخزن المحاورات (۱۸۸۶ء): ''آبِ حیات''، ''یادگارِ غالب''

بہارِ ہند (۱۸۸۸ء): عاشق لکھنوی نے پہلی بار تاریخ لغت نویسی میں فقرے بھی درج کیے ہیں:

اچار نکال دینا۔ اصطلاح میں زیادہ مارنا۔ خوب مارنا۔ بے انتہا مارنا۔

(فقرہ) مارتے مارتے اچار نکال دیا۔

(فقرہ) ایسا مارے کہ اچار نکل جائے۔ [بہارِ ہند، ص ۵۷]

امیر اللغات (۲۔۱۸۹۱ء): ''آبِ حیات''، ''عودِ ہندی''، ''فسانہءعجائب''، ''توبۃ النصوح''، ''مرأۃ العروس''، ''فسانہء مبتلا''، ''بنات النعش''، ''ابن الوقت''، ''تفسیر فتح العزیز''۔ امیر نے فقروں کا بھی استعمال کیا ہے۔

امیر وہ منفرد لغت نویس ہیں جنھوں نے اس حوالے سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ انھوں نے اپنے ایک خط (خطبہ نام زاہد، ۲۰ فروری ۱۸۹۴ء) میں لکھا ہے:

''...فقرہ جس قدر محل استعمال کو ٹھیک ٹھیک بناتا ہے شعر سے اتنا واضح نہیں ہوتا۔ اس لیے شعر کم کر کے فقرہ خوب صورت بن پڑتا ہے تو وہی درج کیا جاتا ہے۔'' ۹

فرہنگِ آصفیہ (ج ۳۔۱۸۹۸ء): ''مجالس النساء''

اردو محاورات اور ان کا استعمال (۱۹۲۸ء): اس لغت میں ''فسانہء آزاد''، ''توبۃ النصوح''، ''نیرنگِ خیال'' سے نثری شواہد درج کیے ہیں۔ ساتھ فقروں کا استعمال بھی نظر آتا ہے۔

''نور اللغات'' (۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۱ء تک): ''ابن الوقت''، ''اودھ پنچ''، ''بنات النعش''،

''ترجمۃ القرآن''، ''مراۃ العروس'' فرہنگِ کاروان (۱۹۶۲ء): اس لغت میں زیادہ تر نثری شواہد ''فسانہء آزاد'' سے لیے گئے ہیں: ۱۵۲ شواہد اس کے بعد ''راشد الخیری'' سے: ۴۰ شواہد۔ نیز ان کتابوں: ''مراۃ العروس''، ''بنات النعش''، ''ابن الوقت''، ''فسانہء عجائب''، ''توبۃ النصوح'' اور ان مؤلفین: ''[مرزا] فرحت اللہ بیگ''، ''حسن نظامی''، ''چراغ [حسن] حسرت''، [عبدالمجید] سالک'' اور ''مرزا محمد سعید دہلوی'' کے ہاں سے بھی نثری شواہد درج کیے گئے ہیں۔

''مہذب اللغات'' اور ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' میں بہت زیادہ نثری شواہد درج کیے گئے ہیں۔

مہذب لکھنوی نے دو نئے انداز اختیار کیے ہیں:

i۔ انھوں نے فقروں کے لیے ایک الگ عنوان دیا ہے۔ مثلاً:

لوحِ دل۔ دل۔ فارسی۔ مونث۔ تعلیم یافتہ طبقے کی زبان۔

محلِ صرف۔ افسوس ہے کہ تم اس کو میرے پاس نہ لے آئے اس کی ہر بات لوحِ دل پر کندہ کرنے کے لائق ہے۔ [ج ۱۱، ص ۲۶۸]

ii۔ انھوں نے کسی لفظ کی مزید تشریح کے لیے قولِ فیصل کے عنوان سے فقرے درج کیے ہیں۔

لواحق۔ بہ فتح اول و کسر چہارم۔ متعلقین، رشتہ دار یا بھائی بند عربی۔ مذکر۔ تعلیم یافتہ طبقے کی زبان۔

قولِ فیصل۔ اردو زبان میں بھائی بند اور رشتہ دار کے علاوہ بھی دوسرے لوگ جن سے کافی دوستی ہو اور ہر وقت ساتھ رہتے ہوں ان کے لیے بھی استعمال ہے۔ عورتیں ان معنی میں لواحقین بھی بول دیتی ہیں۔ جیسے:

وہ دن بھر لواحقین کے ساتھ بازار میں پھرا کرتے ہیں۔ گھر اور گھر والوں کی خبر گیری سے کام نہیں۔ [ج ۱۱، ص ۲۵۸]

''اردو لغت تاریخی اصول پر'' چوں کہ تاریخی اصول کو مدِ نظر رکھا ہے اس وجہ سے ہر قسم کی مطبوعہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ پہلی لغت ہے جس نے مختلف اخبارات، مجلات، رسائل اور ادبی و غیر ادبی متن سے شواہد اخذ کیے ہیں۔ مثلاً [۱۹۸۸، جنگ، کراچی، ۱۶ ستمبر، ۳] سے یہ شاہد اخذ کیا گیا ہے:

''روسی۔ ملکِ روس سے متعلق یا منسوب کوئی چیز، روس کا، روس کا بنا ہوا، روس کا باشندہ، روس کی زبان وغیرہ۔''

''روسی فوجوں کے مکمل انخلاء اور مہاجرین کی باعزّت وطن واپسی ... پاکستان کے بنیادی مفادات اور موقوف کی حمایت میں اضافہ ہوا ہے۔'' [ج ۱۰، ص ۷۸۴]

مکرمؔ لکھنوی نے ایک لغت ''مہذّب اللغات'' (جدید اردو زبان پر مشتمل لغت) کے نام سے تألیف کی (۱۹۸۱ء)۔ اس لغت میں ایک محدود دور کے الفاظ جمع کیے ہیں۔ اور معاصر شاعروں کے اشعار بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ مثلاً:

اخترؔ لکھنوی، انورؔ شعور، دلاور فگارؔ، شاہدؔ حسین، نذیرؔ علی، قمرؔ یزدانی، فدا حسین حشمؔ، پروینؔ شاکر، نشترؔ جالندھری وغیرہ۔

اس میں بھی مختلف اخبارات اور رسائل سے شواہد اخذ کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

اخبارات: جنگ، نوائے وقت، امن۔ ڈائجسٹ: جاسوسی، خواتین۔ ماہ نامے، وسہ ماہی وغیرہ۔

مؤلف نے محلِ صرف کے عنوان سے شواہد درج کیے ہیں۔ مثلاً:

اندھیرے میں تیر چھوڑنا۔ کسی بات کی تفتیش کے لیے اٹکل پچّو کوئی بات کہنا یا پوچھنا۔ اردو۔ جدید محاورہ محل صرف۔ (۱) میں نے محض ایک امکانی پہلو کے پیشِ نظر اندھیرے میں تیر چھوڑا تھا۔

[محمد علی مبصّر۔ سب رنگ ڈائجسٹ۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء]

(۲) لیکن یہ تو بازار میں بیس روپے ہے۔ وہ اندھیرے میں تیر چھوڑتا۔

[نوری یاسمین۔ پاکیزہ۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء]

حواشی اور حوالے

۱۔ Stein, Gabriele, (2002), Better Words, P:14,15.

۲۔ شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان، مرتبہ: بیدارؔ، رضا عابد، دیباچہ، ص ا۔

۳۔ حالانکہ ''مخزنِ فوائد'' میں ۲۸۰ شعرا کے اشعار شامل ہیں اور سیّد احمد دہلوی کی ''ارمغانِ دہلی'' میں جو صرف الف ممدوہ پر شامل ہے ۲۲۵ شعرا کے اشعار درج کیے گئے ہیں۔ ہاں، یہ بات مانی جاسکتی ہے کہ ''مخزنِ فوائد'' کی تشریحات جامع نہیں ہیں۔

۴۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رؤف پارکھ (۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۸ء تک ''اردو لغت تاریخی اصول پر'' کے مدیرِ اعلیٰ) کی رائے ہے لغت جس زبان میں ہے شواہد بھی اسی زبان کے متون ہی سے لینے چاہئیں۔

۵۔ دہلوی، سیّد احمد، ارمغانِ دہلی، ۱۸۷۸ء، مطبع مجتبائی، دہلی، ص ۳۔

۶۔ جعفری، علی سردارؔ، ''سرمایۂ سخن''، جلد اول، طبع اول، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ص ۲۹۔

۷۔ ثاقب، محمد احسن اللہ، خطوط منشی امیر احمد، اردو پریس، علی گڑھ، ص ۱۶۷۔
۸۔ البتہ بعض لغات بھی ایسی ہیں جن میں شعری شواہد شامل ہیں لیکن کسی شاعر کا حوالہ موجود نہیں ہیں۔ صرف اشعار ملتے ہیں۔ ''جوہر اللغات'' از منشی مرزا احمد شاہ بیگ جوہر مراد آبادی، ۱۳۵۰ھ اسی قسم کی لغت ہوتی ہے۔
۹۔ ''خطوط منشی امیر احمد''، ص ۱۶۷۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، ج ۱۰، کراچی، اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۰ء۔
۲۔ ایضاً، ج ۱۵، (۱۹۹۳ء)۔
۳۔ امیر مینائی، امیر احمد، مرتبہ: ''امیر اللغات''، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔
۴۔ ثاقب، محمد احسن اللہ: ''خطوط منشی امیر احمد''، اردو پریس، علی گڑھ، ۱۹۱۱ء۔
۵۔ جعفری، زہرا: (۱۳۸۷ ہجری شمسی)، ''اہمیت و کارکرد مثال در فرہنگ ہای عمومی یک زبانہ''، نامہ فرہنگستان، شمارہ ۱، دی۔
۶۔ جعفری، علی سردار: مرتبہ ''سرمایہ سخن''، جلد اول، طبع اول، دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۰۱ء۔
۷۔ دہلوی، سیّد احمد: لغات اردو معروف بہ ارمغان دھلی، مطبع مجتبائی، ۱۸۷۸ء۔
۸۔ حسن خاں، رشید: ''املا کا بنیادی مسئلہ''، مشمولہ: ''ارمغان علمی بہ پاس خدمات علمی و ادبی ڈاکٹر وحید قریشی''، مرتبہ: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر عارف نوشاہی، ڈاکٹر تحسین فراقی، لاہور، القمر انٹر پرائزز، ۱۹۹۸ء۔
۹۔ صدری افشار، غلام حسین۔ حکمی، نسرین۔ حکمی، نسترن، تہران، ''فرہنگِ فارسی امروز''، کلمہ، ویرایش دوم، ۱۳۷۵ ہجری شمسی۔
۱۰۔ عارف، فضل الٰہی: ''فرہنگِ کاروان''، لاہور، مکتبہ کاروان، ۱۹۶۲ء۔
۱۱۔ عبدالحق، مولوی: ''لغت کبیر اردو''، ۲ جلد، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۷ء۔
۱۲۔ لکھنوی، عاشق، مرزا محمد مرتضیٰ: ''بہارِ ہند''، لکھنؤ، شوکت جعفری، ۱۸۸۸ء۔
۱۳۔ لکھنوی، مکرم: ''مہذب اللغات (جدید اردو زبان پر مشتمل لغت)''، کراچی، انٹرنیشنل پریس، ۱۹۸۱ء۔
۱۴۔ لکھنوی، مہذب: سیّد محمد میرزا، ''مہذب اللغات''، ج ۱۱، لکھنؤ، نظامی پریس، ۱۹۷۸ء۔
۱۵۔ ہاشمی، مسعود، ''اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ''، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۲ء۔

English Books:

☆ An English Of Language, (1990), Routledge - A.E.Collinge.

☆ Collins COUBILD English Language Dictionary, (1987).

☆ Hartmann, R.R.K- James, Gregory, (1998), "A Dictionary Of Lexicography", Routledge, London & New York.

☆ International Encyclopedia Of Language & Linguistic, (2006), 2nd edition, Elsevier Ltd, Canada.

☆ New Standard Dictionary Of The English, (1960), Funk & Wagnall's, New York.

☆ Stein, Gabriele, (2002), "Better Words", Exeter Press, London.

☆ The New Oxford Dictionary Of English, (1989), 2nd edition.

0 ------- 0